تفسیر شاہی

(۲)

______________ پروفیسر کبیر احمد جائسی

ابو الفتح الحسینی نے تفسیر شاہی میں کتاب النکاح کے بعد ''کتاب المطاعم والمشارب'' کے عنوان سے تقریباً چھیالیس صفحات کی ایک ''کتاب'' لکھی ہے جو تین قسموں پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتدا میں صرف ایک جملے میں اس کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے جو یہ ہے:

''این کتاب در بیانِ حلال وحرام مطعومات ومشروباتست واو سہ قسم است''

(یہ کتاب کھانے پینے کی چیزوں کے حلال وحرام ہونے کے بیان میں ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں)

''قسم اول: متعلق است باآنکہ اصل در چیز ھای کہ مشتمل اند بر منفعت و خالیند از مضرات اباحہ است و در او سہ آیت است''

(پہلی قسم: اس چیز سے متعلق ہے کہ جن چیزوں میں منفعت ہے اور وہ نقصان سے عاری ہیں وہ اصلاً مباح ہیں۔ اس سلسلے میں تین آیتیں ہیں)

ابوالفتح الحسینی نے اس پر سورۂ بقرہ کی آیات: ۲۹، ۱۶۸، ۱۷۲ سے استدلال کیا ہے۔

''قسم دوم: متعلق است بیان تحریم بعض چیز ہا بخصوص و در و نیز سہ آیت است''

(دوسری قسم: خاص طور سے بعض چیزوں کے حرام ہونے سے متعلق ہے اور اس سلسلے کی بھی تین آیتیں ہیں)

اس قسم میں مائدہ ۳، انعام ۱۴۵ اور بقرہ ۲۱۸ سے استدلال کیا گیا ہے۔

''قسم سوم: متعلق است بہ بیان بعض مباحات و درونہ آیت است''

(تیسری قسم: بعض چیزوں کے مباح ہونے سے متعلق ہے، اس میں نو آیتیں ہیں)

جن آیتوں سے مفسر نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں: مائدہ ۴۵۔ مائدہ ۵۔ فاطر ۱۲۔ نحل ۶۹۔ مائدہ ۹۳۔ مائدہ ۹۰۔ آل عمران ۹۳۔ انعام ۱۴۶۔ انعام ۱۱۹۔

کتاب المطاعم والمشارب کے بعد ایک اہم کتاب ''کتاب المیراث'' ہمارے سامنے آتی ہے۔ ابوالفتح الحسینی نے موضوع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ''کتاب'' کو تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی ہے، چناں چہ انھوں نے مطبوعہ کتاب کے پچاس صفحات میں احکام میراث پر مشتمل قرآنی آیات یکجا کر کے ان کی تفسیر لکھی ہے۔ اس ''کتاب'' کا تعارف کراتے ہوئے انھوں نے تحریر کیا ہے:

''ایں کتاب در بیان میراث است و او عبارتست از مالیت کہ بہ سبب موت مالک منتقل شود از ملکیت او غیر او و درین کتاب نہ آیت است''

(یہ کتاب میراث کے بارے میں ہے اور وہ (میراث) عبارت ہے اُس مال سے جو مال کے مالک کی موت کی وجہ سے دوسرے کی ملکیت میں منتقل ہو اور اس کتاب میں نو آیتیں ہیں)

ابوالفتح الحسینی نے اِس ''کتاب'' میں جن نو آیتوں کی تفسیر سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں: سورۂ نساء ۳۳۔ احزاب ۵۔ نساء ۷۔ نساء ۱۰۔ نساء ۱۱۔ نساء ۱۲۔ نساء ۱۷۶۔ مریم ۵، ۶۔ نساء ۸۔

کتاب المیراث کے بعد ابوالفتح حسینی نے کتاب الحدود کے نام سے ایک باب تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں انھوں نے حدود کے لغوی اور شرعی معانی بیان کیے ہیں۔ ذیل کی سطروں میں ان کی اصل فارسی عبارت اور اس کا ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔

''این کتاب در بیان حدود است و حدود جمع حد است وحد در لغت بہ معنی منع است و بہ معنی مایل میانِ دو چیز و بہ معنی نہایت چیزی۔ و در شرع عبارت است از عقوبتی کہ تعین کردہ است شارع او را بر مکلف بجہت ارتکاب معصیتی و مناسبت میان این معنی و ہر یک از معانی لغویہ واضح است، واو چند قسم است واقسامی کہ در کتاب اللہ مذکور است

چہار است اول حدِ زنا و درو چہار آیت است''

(یہ کتاب حدود کے بیان میں ہے۔ حدود حد کی جمع ہے۔ لغت میں حد کے معنی منع کرنے، دو چیزوں کے درمیان حایل ہونے اور کسی چیز کی انتہا کے ہیں اور شرع میں (حد) اُس سزا سے عبارت ہے جس کو شریعت کے بنانے والے (یعنی اللہ) نے گناہ کے سرزد ہونے پر گناہ گار کے لیے مقرر کیا ہے۔ اس معنیٰ (یعنی شرعی معنیٰ) اور لغوی تمام معانی کی (ایک دوسرے سے) مناسبت واضح ہے۔ حدود کی چند قسمیں ہیں۔ اس کی جو قسمیں کلام پاک میں مذکور ہیں وہ چار ہیں۔ اول حدِ زنا ہے۔ اس سلسلے میں چار آیتیں ہیں)

وہ چار آیتیں جن کو ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور ان کی تفسیر لکھی گئی ہے، یہ ہیں: نساء۱۵۔ نساء۱۶۔ نور۲۔ مائدہ۴۱۔

''قسم دوم، از اقسام حدود حد قذف است یعنی دشنام دادن ونسبت کردن بزنا و دراو دو آیت است''

(حدود کی دوسری قسم حدِ قذف ہے، یعنی کسی کو گالی دینا اور کسی پر زنا کی تہمت لگانا۔ اس سلسلے میں دو آیتیں ہیں)

حد قذف کے سلسلے میں ابوالفتح الحسینی نے سورۂ نور کی چوتھی اور پانچویں آیت کو ملا کر نقل کیا اور اس کو ایک آیت مانا ہے۔ دوسری آیت سورۂ نور ہی کی تیئسویں آیت ہے۔

''قسم سوم، از اقسام حدود سرقت و دراو نیز دو آیت است''

(حدود کی تیسری قسم، چوری کی حد کی ہے اور اس سلسلے میں بھی دو آیتیں ہیں)

مفسر ابوالفتح الحسینی نے حدِ سرقہ سے متعلق ہیں سورۂ مائدہ کی آیات ۳۸، ۳۹ کی تفسیر سے اپنی بات کہنے کی کوشش کی ہے۔

''قسم چہارم حدِ محاربہ است و دراو نیز دو آیت است''

(چوتھی قسم محاربہ کی سزا سے متعلق ہے اور اس میں بھی دو آیتیں ہیں)

اس قسم میں بھی ابوالفتح الحسینی نے سورۂ مائدہ ہی کی دو آیتوں ۳۳،۳۴ سے

استشہاد کیا ہے۔

کتاب الحدود کے بعد مطبوعہ کتاب کے اٹھائیس صفحات کا ایک باب ''کتاب الجنایات'' ہمارے سامنے آتا ہے۔ اِس ''کتاب'' کے تعارف میں ابو الفتح الحسینی نے صرف دو جملے تحریر کیے ہیں جو یہ ہیں:

''این کتاب در بیانِ جنایتست و جنایت در لغت بہ معنی گناہ کردن است و در عرف شرع قتل یا جرحیت کہ موجب قصاص یا دیت شود و دراو دہ آیت است''

(یہ کتاب جنایات کے بارے میں ہے۔ لغت میں جنایت کے معنی گناہ کرنے کے ہیں اور شرع میں اس سے مراد وہ قتل یا جراحت ہے جس کی بنا پر قصاص یا دیت لازم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں دس آیتیں ہیں)

ابو الفتح الحسینی نے جن دس آیتوں کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہیں: مائدہ ۳۲۔ بقرہ ۱۸۳۔ بقرہ ۱۷۹۔ بنی اسرائیل ۳۳۔ نساء ۹۳۔ نساء ۹۲۔ مائدہ ۴۵۔ شوریٰ ۴۱۔ شوریٰ ۴۰۔ مومن ۱۲۔

اس کے بعد مطبوعہ کتاب کے باون صفحات پر مشتمل ایک باب ہمارے سامنے آتا ہے جس کا عنوان ''کتاب القضاء والشہادات'' ہے۔ اس کا تعارف ابو الفتح الحسینی نے صرف ایک جملے میں کرایا ہے جو یہ ہے:

''این کتاب در بیان حکم قاضیست و گواہی ہا و درین کتاب پانزدہ آیت است''

(یہ کتاب قاضی کے حکم اور گواہیوں کے بیان میں ہے۔ اِس میں پندرہ آیتیں ہیں)

اِس کتاب میں جن پندرہ آیتوں اور ان کی تفسیر سے استشہاد کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: ص ۲۶۔ مائدہ ۴۷۔ نساء ۶۵۔ مائدہ ۴۴۔ (اصل میں آیت کا نمبر ۴۷ دیا گیا ہے، یہ چوالیسویں آیت کا آخری ٹکڑا ہے) نساء ۵۶۔ نساء ۱۰۵۔ مائدہ ۴۲۔ انبیاء ۷۸ (۷۹ ویں آیت کا ایک ٹکڑا بھی شامل کرلیا ہے) بقرہ ۱۸۸۔ نساء ۶۰۔ ص ۲۰۔ نور ۴۸۔ ۴۹ (اصل میں اس کو صرف اڑتالیسویں آیت قرار دیا گیا ہے) حُجرات ۶۔ نساء ۱۳۵۔ مائدہ ۸۔

اس ''کتاب'' پر تفسیر شاہی کی دوسری اور آخری جلد ختم ہوجاتی ہے۔ چوں کہ

اردو زبان میں اس نوع کی کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی ہے، اس لیے ہم نے ابوالفتح الحسینی کے تحریر کردہ ہر باب (جس کو وہ کتاب کہتے ہیں) کا تعارف اُن ہی کے الفاظ میں کرادیا ہے اور اُن آیات کے نمبر بھی درج کر دیے ہیں جن سے انھوں نے استشہاد کیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کے ذہن میں اس تفسیر کا ایک خاکہ آ گیا ہوگا۔ اِس مطالعے کے آخر میں ہم ابوالفتح الحسینی کے اندازِ تفسیر پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے صرف ایک نمونہ پیش کیا جارہا ہے۔

فقہ جعفریہ میں خُمس ایک اہم موضوع ہے۔ ابوالفتح الحسینی نے بھی اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے اور کلام اللہ کی تین آیتوں کی مدد سے خُمس کے سلسلے میں اپنے مسلک کی توجیہ وتعبیر کی ہے۔ ان کی عبارت اور اس کا ترجمہ ذیل کی سطروں میں درج کیا جاتا ہے:

''بدانکہ خمس در شرع عبارت است از حقی کہ واجب شود در مال از برای بنی ہاشم و مراو را شریط و احکام است کہ تفصیل آن در کتب اصحاب مسطور است درین کتاب سہ آیت است''

(جان لو کہ شرع میں خمس اُس حق سے عبارت ہے جو بنی ہاشم کے لیے مال میں سے واجب ہے اور بطور خاص اس کے لیے کچھ احکام اور شرطیں ہیں جو کہ اصحاب کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس ''کتاب'' (کتاب الخمس) میں تین آیتیں ہیں: پہلی آیت: اللہ تعالیٰ کا سورۂ انفال آیت ۴۱ میں فرمان ہے)

''وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُم مِّنْ شَيْئٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُول وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ''

یعنی بدانید آنکہ آنچہ بگیرید از کافران بجنگ از ہر چیزی پس حق است آنکہ خدای تعالیٰ راست پنج یک و مر رسول اورا و مر صاحب قرابت رسول اورا کہ امام است و مر یتیمانرا و مسکینانرا و ابن السبیل را از بنی ہاشم اگر ایمان آوردہ باشند بخدای تعالیٰ و آنچہ

فرو فرستادیم از آیات فتح و نصرت و ملائکۃ جہۃ مقاتلہ با کفار بر بندۂ خود کہ محمد است در روزِ فرق بیان حق و باطل روز یکہ رسیدند بہم گروہ مسلمانان و گروہِ کافران و آن روز بدر است و خدای تعالیٰ بر ہر چیزی دانا است''

(جان لو کہ تم لوگ کافروں سے جو چیز چھینتے ہو اُن میں سے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ؛ اور اس کے رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا جو کہ امام ہے، بنی ہاشم کے ان یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، پانچواں حصہ حق ہے جو اللہ پر ایمان لائے ہوں اور ہم نے جن کو فتح و نصرت کی نشانیوں اور کفار سے مقابلہ و قتل کے لیے اپنے بندے محمد (ﷺ) پر حق و باطل کی جنگ کے روز (فرشتوں کو نازل کیا، اُس دن جب مسلمانوں اور کافروں کے گروہ ایک دوسرے کے مقابل ہوئے (وہ دن جو کہ بدر کا دن ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

''بدانکہ بعضی مفسران گفتہ اند کہ این آیت نازل شد در غزوۂ بدر و آن بروایتی از امام صادق علیہ السلام در روز نوزدہم ماہ رمضان بود و بقول مشہورین اصحاب ہفدہم ماہ رمضان و بعضی مفسران گفتہ اند کہ این آیت نازل شد در غزوۂ قیقاع (؟قینقاع) و آن در پانزدہم شوال بعد از یک ماہ و سہ ماہ و سہ روز از غزوۂ بدر نوزدہ ماہ از ہجرت و بہر تقدیر مراد از یوم الفرقان یوم التقی الجمعان در آیت مذکورہ روز بدر است کہ در او فرق بیان حق و باطل واقع شد و لشکر مسلمانان و کافران بہم رسیدند و (غنیمت) در اصل فائدہ را گویند کہ بسعی شرعی کسی را حاصل شود در شرع عبارت است از آنچہ اہل اسلام از کافران بگیرند بطریق قتال و جنگ ۔ و آنچہ از ایشان بگیرند بی جنگ آنرا فئی گویند و این اصطلاحِ مذہبِ اصحاب خاصہ و مروی ست از امام باقر و امام صادق علیہما السلام''

(جان لو کہ بعض مفسروں کا قول ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی ۔ جناب جعفرِ صادق کی ایک روایت کے مطابق (وہ دن) اُنیسویں رمضان کا اور ہمارے مسلک کے مشہور اصحاب کے قول کے مطابق رمضان کا سترہواں دن تھا۔ بعض مفسروں نے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بنی قینقاع کے موقع پر نازل ہوئی تھی، جو غزوۂ بدر کے

ایک ماہ تین دن اور ہجرت کے اُنیس ماہ بعد پندرہویں شوال کو (ہوا تھا)۔ بہر حال اس آیت میں یوم الفرقان یوم التقی الجمعان سے مراد بدر کا دن ہے کہ جس دن حق اور باطل کے درمیان امتیاز واقع ہوا اور مسلمانوں اور کفار کے لشکر باہم دگر متقابل ہوئے۔ لغت میں (غنیمت) اُس فائدے کو کہتے ہیں جو کسی کو شرعی کوششوں سے حاصل ہوتا ہے اور شرع میں (غنیمت) اُس چیز سے عبارت ہے جو اہلِ اسلام کافروں سے قتال اور جنگ کر کے چھین لیتے ہیں اور وہ چیز جو (کافروں سے) بلا جنگ لیتے ہیں اس کو فئی کہتے ہیں اور یہ اصطلاح ہمارے اصحابِ خاص کا مذہب (ہے) اور یہ امام باقر اور امام صادق سے مروی ہے)

''فئی نزدِ اصحاب ماخاصۂ پیغمبر و امام است علیہما السلام واما حکم غنیمت چنان است کہ خمس آن بخدا ورسول وامام و ساداتست چنانکہ از آیت مذکورہ مستفاد میگردد، وباقی بعد از اخراجِ مؤنتہا بہ لشکر اسلام است لیکن اصحاب ماغنیمت را در باب خمس تعمیم کردہ اند والحاق کردہ اند بدان چند چیز دیگر را مثل فائدۂ تجارت و زراعت وصنعت ہا کہ زائد باشد بر مؤنتہای سال وغیر آن بنا بر روایات صحیحہ از اہلِ بیت علیہم السلام''

(ہمارے اصحاب کے نزدیک فئی پیغمبرؐ اور امام کے لیے مخصوص ہے، لیکن غنیمت کا حکم یوں ہے کہ اِس کا پانچوں حصہ خدا، رسول، امام اور سادات کے لیے ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت سے مستفاد ہوتا ہے اور خرچ (مؤنت) نکال کر جو کچھ بچے وہ لشکرِ اسلام کا ہے، لیکن ہمارے اصحاب نے اہل بیت کی صحیح روایات کی بنا پر خمس کے سلسلے میں تعمیم کی ہے اور اُس میں چند اور دوسری چیزوں مثلاً کھیتی باڑی، تجارت اور صنعتوں کی اُس زاید آمدنی کو بھی شامل کیا ہے جو سال بھر کے خرچ سے زاید ہو)

''وقول او وَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ بفتح ہمزہ چنانکہ قرأت مشہورہ است مبتدای خبر محذوف است یا خبر مبتدای محذوف یا فاعلِ فعلِ محذوف یعنی حق اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ حکمہ اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ یا ثبت اَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ مآل ہمہ یکست وخمس بضم میم وسکونِ او پنج یک را گویند''

(اللہ کا قول وَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہ مشہور قرأت کے مطابق ہمزہ پر زبر کے ساتھ

اور (نحوی ترکیب میں) یا تو یہ خبرِ محذوف کا مبتدا ہے یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے یا فعل محذوف کا فاعل ہے یعنی حق یہ ہے کہ اللہ کے لیے مالِ غنیمت کا خمس ہے، یا اُس کا حکم یہ ہے کہ اللہ کے لیے اس کا خمس ہے، یا یہ بات ثابت ہے کہ اللہ کے لیے اس کا خمس ہے اور حاصل تینوں صورتوں کا ایک ہی ہے اور خمس میم کے پیش اور اُس کے سکون (جزم) کے ساتھ پانچویں حصے کو کہتے ہیں)

''ومراد از ذی القربیٰ صاحبِ قرابتِ پیغمبر استﷺ کہ وصی و قائم مقام آن حضرت باشد و آن امام است نہ مطلق صاحبِ قرابت آنحضرت بقرینۂ افراد ذی القربیٰ''

(اور ذی القربیٰ سے مراد پیغمبرﷺ کے وہ صاحبِ قرابت ہیں جو کہ وصی اور آں حضرت (ﷺ) کے قایم مقام ہوں۔ پیغمبر کے یہ قرابت دار (صرف) امام ہیں نہ کہ مطلق قرابت دار۔ اس کا قرینہ ذی القربیٰ کو مفرد لانا ہے)

''وعطف یتامیٰ و مساکین و ابن السبیل از صاحب قرابت آنحضرت بزوی القربیٰ و مؤید این است روایات اہل بیت علیہم السلام یعنی پنج یک غنیمت منقسم شود بہ شش قسم، سہ قسم حق خدای تعالیٰ، ورسولِ خدا، وآئمۂ ہدا است کہ در زمان حیاتِ رسول خداﷺ متعلق بود بہ آنحضرت وبعداز وفات آنحضرت متعلق است بہ آئمۂ معصومین علیہم السلام بترتیب وسہ قسم دیگر حقِ یتیمان ومسکینان وابن السبیل است بشرط آنکہ منسوب باشند وبعبد المطلب بن ہاشم بن مناف از جانب پدر بنا برروایات صحیحہ از اہل بیت علیہم السلام۔ این است تحقیق مصارف خمس بہ مذہب اصحاب ما''

((اور دوسرا قرینہ) آنحضرت کے صاحبِ قرابت یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ذوی القربیٰ پر عطف ہے۔ اہلِ بیت کی روایتیں اس نقطۂ نظر کی تائید کرتی ہیں۔ یعنی غنیمت کا پانچواں حصہ، چھ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اِن چھ حصوں میں سے تین حصّے اللہ، رسول اور ائمۂ ہدا کا حق ہیں جو کہ آں حضرتﷺ کی حیات تک اُن سے متعلق تھا اور آں حضرت کی وفات کے بعد بالترتیب ائمۂ معصومین سے متعلق ہے اور دوسرے (یعنی چھ کے بقیہ تین) اہل بیت کی صحیح روایتوں کے مطابق آں حضرتﷺ

کے قرابت داروں میں اُن یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے جو باپ کی طرف سے عبد المطلب بن ہاشم بن مناف کی اولاد ہوں۔ ہمارے اصحاب کے مذہب کے مطابق خمس کے مصارف کی تحقیق یہی ہے)

''واما مخالفان مخالفت نص آیت وروایت کردہ سہم خدا را مطلقاً اسقاط کردہ اند بعضی از ایشان حق رسول خدا و امام را نیز اسقاط کردہ اند بعد از وفات آنحضرت و این از جملہ غصب ہای صریحہ است کہ کردہ اند وظلم ہای شنیعہ کہ از ایشان بر اہل بیت پیغمبر ﷺ صادر گشتہ چنانکہ در کثیری از روایات اہل بیت علیہم السلام تصریح باین ظلم ایشان واقع شدہ''

(لیکن مخالفوں (مراد سنیوں) نے نص اور روایت سے اختلاف کرتے ہوئے اللہ کے حصے کو مطلقاً ساقط کر دیا ہے۔ اُن میں سے بعض نے رسول خدا کے انتقال کے بعد رسولِ خدا اور امام کے حق کو بھی ساقط کر دیا ہے اور بعضوں نے آں حضرت (ﷺ) کی وفات کے بعد تمام حقوق کو ساقط کر دیا اور یہ بات صریح غصبوں میں سے ایک (صریح غصب) ہے جو (سُنیوں نے) کیا ہے اور ان ناروا مظالم میں سے ہے جو ان لوگوں نے پیغمبر (ﷺ) کے اہلِ بیت پر صادر کیے ہیں۔ اہلِ بیت کی بہت سی روایتوں میں اِن لوگوں کے اُن مظالم کی صراحت ملتی ہے)

''وپوشیدہ نیست کہ تصدیر آیت بصیغۂ (اِعْلَمُوا) وکلمہ آن وتکرار آن دال اند بر کمال تاکید ومبالغہ در قضیۂ خمس وقول او (اِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ) دال است بر تعلیق خمس بایمان وآنکہ معرفت خمس از لوازم وتوابعِ ایمان است اگر چہ مخصوص نیست باھل ایمان واین غایت مبالغہ ونہایت اہتمام است در باب خمس وتصریح بلام در سہ مصرف اول وترک تصریح بآن در باقی تنبیہ است بر علو شأن وامتیاز ایشان از دیگران''

(اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ آیت خمس کے شروع میں ''اِعْلَمُوا'' کا صیغہ لانا، لفظ اِنَّ اور اس کی تکرار، خمس کے قضیہ میں کمال تاکید اور مبالغہ کی دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ''اِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ'' یہ بتا رہا ہے کہ خمس ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ خمس کی معرفت ایمان کا لازمہ اور اس کا نتیجہ ہے، اگر چہ

یہ اہلِ ایمان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور یہ خمس کے سلسلے میں حد درجہ اہتمام کی علامت ہے اور اول تین مصارف میں ''لام'' کو صراحتاً لانا اور باقی میں اِس صراحت کو ترک کر دینا اُن لوگوں کے علوِ شان اور دوسروں سے ان کے ممتاز ہونے پر تنبیہ ہے)

''ومع ہذا مخالفان کمال تساہل وتہاون در ین امر عظیم الشأن ورزیدہ خمس را براند اختند وآل محمد را از خمس محروم ساختند اللھم انصر من نصر الدین واخذل من خذل الدین''

(ان سب کے باوجود مخالفوں (مراد سنیوں) نے اس عظیم الشان امر میں انتہائی سہل انگاری اور لاپروائی برتتے ہوئے خمس کو نکال پھینکا اور ان لوگوں نے آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خمس سے محروم کر دیا۔ اے اللہ جن لوگوں نے دین کی مدد کی ان کی مدد فرما اور جن لوگوں نے دین کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے)

ہم کو ابوالفتح الحسینی کے درج بالا اندازِ تفسیر میں نہ تو کوئی ندرت نظر آتی ہے نہ ہی کسی جدّت کی رمق ملتی ہے۔ جہاں تک ان کے فرمودات کا سوال ہے ہم اُن پر کسی قِسم کی رائے زنی سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کریں گے کہ انھوں نے اپنے مسلک کی بہت اچھی ترجمانی کی ہے۔ ابو الفتح الحسینی کے یہاں جگہ جگہ ''مخالفوں'' کا جو حوالہ ملتا ہے ہمارے نزدیک اس کی وجہ ان کے عہد اور ماحول کا تقاضا ہے۔ ''تفسیر شاہی'' جس زمانے کی تصنیف ہے اُس زمانے میں ایران کی مسلم اکثریت کو ''شیعہ'' ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، اس لیے ہر چیز میں اپنے آپ کو ''مخالفوں'' سے جدا قرار دینا اپنے مسلک کی بقا کا ضامن سمجھا جاتا تھا۔ ایک بات البتہ ہماری سمجھ میں نہ آسکی کہ سادات (اہلِ بیت) کا سلسلۂ نسب تو حضرت فاطمہؓ سے چلتا ہے، یعنی حضرت علیؓ کی وہ اولادیں جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہ ہوں وہ زمرۂ سادات (بہ الفاظ دیگر اہلِ بیت) میں شامل نہیں ہوسکتیں، لیکن جب تقسیمِ خمس کا وقت آتا ہے تو ابوالفتح الحسینی کے لکھنے کے مطابق جو لوگ عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی اولاد ہیں وہ سب خمس کے حق دار ہیں۔ ایک جگہ معیار سلسلۂ مادری ہے اور دوسری جگہ سلسلۂ پدری۔ اس فرق و امتیاز پر ممکن ہے کوئی شیعہ عالم روشنی ڈال سکے۔

اب ہم ''کتاب الخمس''میں نقل کی گئی دوسری آیت جو کہ سورۂ بنی اسرائیل کی چھبیسویں آیت ہے، اس کے بارے میں ابوالفتح الحسینی کی تفسیر اور اس کا اردو ترجمہ تحریر کرتے ہیں:

''وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ،یعنی وبدہ بصاحبِ قرابت خود حق او راو بہ مسکین و ابن السبیل نیز حق ایشان''

(یعنی اپنے صاحبِ قرابت کو اس کا حق دیجیے اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی ان کا حق دیجیے)

''بدانکہ مراد از ذی القربٰی درین آیت و نظائر آن مثل قول او: وَاِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی (نحل:۹۰) یعنی بدرستی کہ خدای تعالیٰ می فرماید بندہ ہای خود را بعدالت ورزیدن ونیکوئی نمودن با مردم و دادن حق صاحب قرابت رسول خدا ﷺ بایشان کہ اقرباءِ پیغمبر است''

(جان لو کہ اس آیت اور اِس جیسی دوسری آیتوں مثلاً اُس کے قول''اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا'' یعنی بلاشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو لوگوں کے ساتھ انصاف اور بھلائی کرنے اور پیغمبر کے صاحبِ قرابت کو، جو اُن کے اقربا ہیں، اُن کا حق دینے کا حکم دیتا ہے)

''چنانکہ روایاتِ صحیحہ ناطق است بآن از آن جملہ آنکہ روایت کردہ اند از امام کاظم علیہ السلام کہ چون در آمد نزد ہارون الرشید در حالتی کہ رد مظالم میکرد یعنی حقوقی کہ از مردم بظلم وستم گرفتہ شدہ بود واپس میداد بایشان گفت کہ (مابال مظلمتنا لاترد) یعنی چیست حال مظلمۂ ما کہ واپس دادہ نمی شود بما و چرا حق ما را کہ از ما بظلم گرفتہ اند بما نمی دھید''

(جیسا کہ صحیح روایتیں اس بات کی گواہ ہیں، ان میں سے ایک روایت لوگوں نے امام کاظم سے کی ہے کہ جب وہ ہارون الرشید کے پاس اُس وقت پہونچے جب کہ وہ مقدموں کا فیصلہ کر رہے تھے، یعنی وہ حقوق جن کو اُنھوں نے لوگوں سے، ظلم وستم کے

ذریعے ہڑپ لیا تھا، واپس کررہے تھے۔امام کاظم نے ہارون الرشید سے کہا: کیوں ہمارے غصب شدہ حقوق ہمیں واپس نہیں دیے جارہے ہیں اور کیوں ہمارے اُس حق کو جو ہم سے ظلماً چھینا گیا ہے ہمیں نہیں دیتے؟)

''ہارون گفت کہ چیست آن حق شما کہ بظلم از شما گرفتہ اند ای ابوالحسن ۔ آنحضرت فرمود کہ دران وقت کہ خدای تعالیٰ فتح کرد بر پیغمبرﷺ قریۂ فدک و سائر مواضع خیبر را فرو فرستاد بر آنحضرت این آیت را کہ وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ لیکن معلوم نہ شد کہ مراد از ذی القربیٰ کیست پس جبرئیل علیہ السلام برگشت بسوی آسمان و پرسید از خدای تعالیٰ معنی ذی القربی را پس وحی فرستاد خدای تعالی بہ سوی پیغمبرﷺ کہ بدہ فدک را بفاطمہ علیہا السلام پس پیغمبرﷺ طلب نمود سیدۃ النساء را وگفت کہ خدای تعالی امر کردہ است مرا کہ فدک را بہ تو دہم سیدۃ النساء گفت یا رسول اللہ قبول کردم از خدا و از تو۔ بعد ازان امام کاظم قضیۂ مجادلہ و مکابرۂ ابوبکر و عمر با سیدۃ النساء را در باب فدک بیان فرمود، پس گفت ہارون آنحضرت را کہ حد کن فدک را وبگیر پس حد کرد امام فدک را۔ پس گفت ہارون کہ این فدک کہ حد کردی بسیار است''

(ہارون نے کہا اے ابوالحسن آپ کا وہ کون سا حق ہے جس کو لوگوں نے بہ ظلم چھین لیا ہے؟ اُن حضرت (جناب کاظم) نے فرمایا اُس وقت جب پیغمبرﷺ کو قریۂ فدک اور خیبر کے تمام مواضع پر اللہ نے فتح دی یہ آیت نازل فرمائی ''وَآتِ ذَی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ'' (قرابت دار کو اس کا حق دو) لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ ذی القربی سے مراد کون ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ذی القربی کے معنی پوچھے، پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبرﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ فدک کو جناب فاطمہ کو دے دیجیے، بعد ازآں پیغمبرﷺ نے سیدۃ النساء کو طلب فرمایا اور (ان کے تشریف لے آنے پر ان سے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں فدک تم کو دے دوں۔ سیدۃ النساء نے جواب دیا: یا رسول اللہ میں نے خدا سے اور آپ سے اس کو قبول کیا۔ اس کے بعد جناب کاظم نے فدک کے سلسلے میں سیدۃ النساء کے ساتھ ابوبکر (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) اورعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لڑائی اور ہٹ دھرمی کا قضیہ بیان کیا۔ بعد ازآں ہارون نے آں حضرت (جناب کاظم) سے کہا کہ فدک کی حد (حدود اربعہ) بتایئے اور (اس کو) لے لیجیے۔ امام نے فدک کی حد بتائی، اس پر ہارون نے کہا: یہ فدک جس کی آپ نے حد بتلائی ہے بہت زیادہ ہے)

''واز این جا معلوم می گردد کہ مراد از ذی القربیٰ در این آیت مطلق اقرباء پیغمبر است برخلاف ذی القربیٰ بر آیت سابق و برین تقدیر آیت مذکورہ دال اند بر آنکہ صاحب قرابت پیغمبرؐ راحقیست بر مردم وآن خمس است و واجبست بر ایشان ادای آن حق وقول او ''والمسکین وابن السبیل'' اشارتست بہ بعض مصارف زکوٰۃ، پس آیت مذکورہ والست بر وجوب زکوٰۃ نیز یا ببعض مصارف خمس بہمان معنی کہ در آیت سابق مذکور شدہ اند بطریق تخصیص بعد از تعمیم''

(اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ آیت کے برخلاف اِس آیت میں ذی القربیٰ سے مراد مطلقاً پیغمبر (ﷺ) کے اقربا ہیں ۔ اس طرح مذکورہ آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ پیغمبر (ﷺ) کے قرابت داروں کا لوگوں پر ایک حق ہے اور وہ (حق) خمس ہے اورلوگوں پر اُس حق کا ادا کرنا واجب ہے اور اللہ کا ارشاد ''و المسکین وابن السبیل ''بعض زکوٰۃ کے مصارف کی طرف اشارہ ہے ۔پس ذکر شدہ آیت زکوٰۃ کے بھی واجب ہونے کی دلیل ہے ۔ یا ان ہی معنوں میں خمس کے بعض مصارف کے سلسلے میں، جیسا کہ سابق آیت میں ذکر ہوا ہے، تعمیم کے بعد تخصیص کے طور سے بیان ہوا ہے)

ابوالفتح الحسینی نے کلام اللہ کی جس آیت کے حوالے سے خمس کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کا ترجمہ خود ان ہی کے الفاظ میں ایک بار دہرا دیا جاتا ہے:
''اپنے صاحب قرابت کو اس کا حق دیجیے اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی ان کا حق (دیجیے)'' اِس آیت میں صاحبِ قرابت کے ساتھ ساتھ جن مسکینوں اور مسافروں کا ذکر ہوا ہے اُن کا آں حضرت ﷺ کا قرابت دار ہونا ضروری نہیں ہے، جس سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں تخصیص اور تعمیم دونوں ہے۔ تخصیص قرابت داروں کا حق دینے کی ہے اور تعمیم مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق (غالباً حسبِ ضرورت مدد) دینے کی ہے۔ اِس آیت کی تفسیر کو اپنے مسلک کے مطابق کرنے کے لیے ابوالفتح الحسینی نے ہارون الرشید اور جناب کاظم کا مکالمہ نقل کیا ہے اور یہ بھی بتلایا ہے کہ جس وقت خیبر کے تمام مواضع پر فتح کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام ''وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ'' والی آیت لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، اُس وقت اِس بات کا علم نہ تھا کہ ''ذا القربی'' سے مراد کون ہے، اِس لیے حضرت جبرئیل آسمان پر واپس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ ''ذا القربی'' سے کون مراد ہے؟ اللہ نے پیغمبر ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ فدک کو جناب فاطمہ کو دے دیجیے۔ اِس آیت کی تفسیر میں ابوالفتح الحسینی نے اپنے مسلک کی بہترین ترجمانی کی ہے، مگر افسوس ہے کہ انھوں نے یہ تحریر نہیں کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ''ذا القربی'' کے کیا معنی بتلائے۔ منطقی اعتبار سے ہمارے نزدیک مذکورہ آیت سے خمس کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، لیکن چوں کہ یہ مسلکی اختلاف ہے، اس لیے ہم ابوالفتح الحسینی کی تفسیر پر رائے زنی سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا کہیں گے کہ ان کی تحریر کی کوئی خاص تفسیری اہمیت نہیں ہے۔

ابوالفتح الحسینی نے ''کتاب الخمس'' میں جو تیسری آیت بطور شاہد نقل کی ہے وہ سورۂ انفال کی پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُم وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ.

اس آیت کو نقل کرنے کے بعد وہ تحریر کرتے ہیں:

''یعنی می پرسند ترا ای محمد حکم از انفال کہ حق کیست بگوی کہ انفال مر خدا یراست و مر رسول اورا کہ محمد است ﷺ پس پرہیزید از عذاب خدای تعالیٰ و اصلاح کنید حالاتی را کہ میان شما است و فرمانبرداری کنید خدای تعالیٰ را و رسول اورا اگر ہستید متصف بہ صفت ایمان''

(اے محمد (ﷺ) آپ سے انفال کے بارے میں لوگ حکم دریافت کرتے ہیں کہ یہ کس کا حق ہے؟ آپ فرمادیں کہ انفال خاص اللہ کے لیے اور اس کے رسول (جو کہ محمد ﷺ ہیں) کے لیے ہے۔ پس اللہ کے عذاب سے بچو اور اپنے ان حالات کی اصلاح کرو جو تمہارے درمیان ہیں اور اگر تم ایمان کی صفت سے متصف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو)

''بعضی مفسران گفتہ اند کہ این آیت در شأن غنیمت ہای غزوۂ بدر نازل شدو بعضی گفتہ اند کہ اصحاب پیغمبر ﷺ طلب کردند از آنحضرت غنیمت ہای بدر را پس این آیت نازل شد جہت اعلام ایشان کہ غنیمت ہای بدر حق خدا و رسول خداست و نیست اصحاب را در آن حقی''

(بعض مفسروں کا قول ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت کے سلسلے میں نازل ہوئی (تھی) اور بعض کا قول ہے کہ پیغمبر ﷺ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت کو پیغمبر ﷺ سے طلب کیا۔ اِس پر اُن لوگوں کو بتانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ بدر کا مالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور اِس میں اصحابِ رسول کا کوئی حق نہیں)

''ومرویست از ابن عباس کہ گفت رسول خدا ﷺ کہ ہر کہ درین جنگ کارزار نیک کند بدہم او را زیادتی از غنیمت پس برانگیختند جوانان و ماندند پیران در زیر علمہا، پس چون غنیمت جمع شد آمدند جوانان وطلب نمودند زیادتہای خودرا۔ پیران گفتند کہ امتیاز وزیادتی مجوئید بر ما زیرا کہ ما نیز مددگار شما بودیم، پس این آیت نازل شد و قسمت نمود رسول خدا ﷺ غنیمت ہا را ابہمان لشکریان علی السویۃ''

(ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ شخص جو اس جنگ میں بہتر طور سے لڑے گا اُس کو میں غنیمت میں سے زیادہ دوں گا (اس کو سن کر) جوان سرگرم ہو گئے اور بوڑھے جھنڈوں کے نیچے کھڑے رہے (جنگ ختم ہونے کے بعد) جب مالِ غنیمت ایک جگہ جمع ہو گیا تو جوان اپنا زیادہ حصہ طلب کرنے کے لیے

آ گئے۔ بوڑھوں نے کہا وہ (جوان حضرات) بوڑھوں پر برتری نہ جتائیں اور زیادہ مال طلب نہ کریں، کیوں کہ ہم بھی ان کے مددگار رہے تھے۔ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کو انہی لشکریوں میں برابر برابر تقسیم فرمایا۔)

''وخلاف است درانکہ مراد از انفال چیست بعضی گفتہ اند کہ مراد غنایم بدر است وبعضی گفتہ اند مراد آن چیز یست کہ از مشرکان گرفتہ شود از غلام و کنیز بی جنگ۔ وبعضی گفتہ اند مراد از خمس است وحق آنست کہ مراد از انفال این جا اموالیست کہ پیغمبر و اوصایاء او علیہم السلام مستحق بہ آنند مثل زمینی کہ گرفتہ شود از دارِ حرب بی جنگ و زمین ہای موات از سرھای کوہ ہا ولب ہای دریا ہا و درون رود خانہ ہا وغیر آن واموال مخصوصۂ ملوک کفر وآنچہ برگزیدہ باشد از جملہ غنایم وغنیمت ہای کہ گرفتہ شود از کفار بمقاتلہ باذن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ووصی او علیہ السلام ومیراثِ کسی کہ غیر از پیغمبر و وصی او علیہ السلام وارثی نہ داشتہ باشد زیرا کہ این تفسیر مرویست از امام باقر وامام صادق علیہما السلام وغنایم بدر از آن جملہ بود لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قسمت نمود آنرا بر اصحاب بر سبیل تفضّل و انعام۔ چنانکہ مرویست از صادقین علیہم السلام ومؤید تفسیر مذکور است آنکہ انفال جمع نفل است بفتحتین بمعنی زاید یعنی زیادتہا بر غنائم کہ پیغمبر و اوصیای او علیہم السلام ممتازند بآن از باقی اہل اسلام وآن اشیاء مذکورہ است ھمچنانکہ (نماز) سنت را نافلہ میخوانند بسبب آنکہ زاید است بر فرزند و برین تقدیر آیت مذکورہ دالست بر آنکہ اشیاء مذکورہ حق پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم در حیات او وحق ائمہ معصومین است بترتیب بعد از وفات آنحضرت بمعونت صحیحۂ صریحہ از اہل بیت علیہم السلام''

(اس بات میں اختلاف ہے کہ انفال سے مراد کیا چیز ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ (انفال سے مراد غزوۂ) بدر کا مالِ غنیمت ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ (انفال سے مراد) وہ غلام اور کنیزیں ہیں جو مشرکوں سے بلا جنگ کیے چھین لی جائیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ (انفال سے) مراد خمس ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اِس جگہ انفال سے مراد وہ مال ہے جس کے حق دار پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اوصیاء ہیں، مثلاً وہ زمین جس پر دار الحرب میں بلا جنگ قبضہ کیا جائے، سمندروں کے کناروں، دریاؤں کی گہرائیوں،

پہاڑوں کی چوٹیوں کی بنجر زمینیں وغیرہ اور کافر بادشاہوں کی مخصوص دولت اور وہ جو کچھ کہ (مال) غنیمت میں بہترین ہو اور وہ (مال) غنیمت جو پیغمبر (ﷺ) اور ان کے وصیوں کی اجازت سے کفار سے جنگ کر کے چھینا جائے اور اُس شخص کی میراث جس کا وارث پیغمبر (ﷺ) اور ان کے وصیوں کے علاوہ کوئی اور نہ ہو (یہ سب انفال میں شامل ہیں) کیوں کہ یہ تفسیر امام باقر اور امام صادق سے مروی ہے۔ بدر کا (مال) غنیمت بھی اِسی (یعنی انفال) میں تھا، لیکن پیغمبرﷺ نے اپنی خوشنودی اور انعام کے طور پر صحابہ میں تقسیم کیا تھا، جیسا کہ صادقین (جناب باقر و جناب جعفر صادق) سے مروی ہے اور تفسیر مذکور کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ (انفال ن اور ف کے زبر کے ساتھ) نفل کی جمع ہے جس کے معنی زاید کے ہیں، یعنی مالِ غنیمت کے علاوہ وہ زاید مال جو صرف پیغمبرؐ اور آپؐ کے وصیوں کا ہے، باقی اہلِ اسلام کا نہیں ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جس طرح کہ (نماز) میں سنت کو نافلہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ فرض (نماز) پر اضافہ ہے اور پوتے کو نافلہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اولاد (لڑکے) پر اضافہ ہے۔ اِس طرح سے مذکورہ آیت اہلِ بیت کی صحیح اور صریح روایتوں کی رُو سے اِس بات کی (دلیل ہے کہ) مذکورہ چیزیں پیغمبر (ﷺ) کی حیات میں ان کا اور ان کی وفات کے بعد بالترتیب ''ائمۂ معصومین'' کا حق ہیں)

''ودر قول او (یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ) قراءت دیگر ہست کہ مخصوص اہلِ بیت علیہم السلام است و آن (یَسْئَلُونَکَ الْاَنْفَالَ) است بہ نصب الانفال و برین تقدیر معنی چنانست کہ می طلبند از تو نفال را و این معنی مناسب تر است بآنچہ در سبب نزول مذکور شد پس اولیٰ آن است کہ قرأتِ مشہورہ را بر سؤال از صحت طلب انفال حمل کنند تا موافق نہ شود بقرأتِ اہلِ بیت علیہم السلام وظاہر آن است کہ مقصود از اخبار یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ نہ فائدۂ خبر است و نہ لازم فائدۂ خبر بلکہ محض تمہید تلقین جواب است''

(اللہ کے قول ''یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ'' کی ایک دوسری قرأت بھی ہے جو اہلِ بیت سے مخصوص ہے اور وہ ہے ل پر زبر کے ساتھ ''یَسْئَلُونَکَ الْاَنْفَالَ'' اور

اس کی رُو سے اس کے معنی یہ ہیں کہ ''وہ لوگ آپ سے انفال طلب کرتے ہیں'' اور یہی معنی اس سببِ نزول سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں جس کا ذکر ہو چکا ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ مشہور (ومعمول) قرأت کو انفال طلب کرنے کے درست ہونے پر محمول کریں، تاکہ اہلِ بیت کی قرأت کے مماثل نہ ہو جائے ظاہر ہے کہ ''یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ'' (وہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں) کی خبر کا مقصد نہ فائدۂ خبر ہے اور نہ لازمِ فائدۂ خبر، بلکہ محض جواب کی تلقین کی تمہید ہے)

''و دور نیست کہ مقصود فائدۂ خبر باشد بنا بر تنزیل مخاطب عالم بمنزلۂ جاہل از جہت عدم جری او بموجب علم و آن جواب دادن است زیرا کہ پیغمبر ﷺ متوقف بود در جواب و برین قیاس است کلام در نظایر این آیت و ذکر مسند الیہ در قول او ''اَلۡاَنۡـفَـالُ لِلّٰهِ وَالـرَّسُوۡلِ'' و وضع مظہر در موضع مضمر از جہت اہتمام است کہ مراد از ذاتِ حال است از قبیل ذکر محل و ارادۂ حال یعنی صالح و نیکو گردانیدن حالی کہ میان مردم است برفع نزاع میانِ ایشان پس معنیٔ آیت چنان باشد کہ نیکو گردانید احوالی را کہ میانِ شماست برین وجہ کہ رفع کنید منازعت و مخالفت را و تبدیل کنید آنرا بمصادقت و موافقت وقول او ''اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ'' احتمال دارد کہ متعلق باشد بقول او ''اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ'' و احتمال دارد کہ متعلق باشد بـاتَّقُوا و اَصۡـلِحُوا نیز و بر ہر تقدیر وجہ تعلیق مبالغہ است در امر بتقویٰ و اصلاحِ ذات بین کہ گویا موقف علیہ ایمانند با آنکہ مراد از ایمانِ کامل است یا آنکہ متعلق است باَطِیۡعُوا۔ و مراد از اطاعت خدا و رسول اطاعت ایشانست''

(اور یہ بات بعید نہیں ہے کہ صاحبِ علم مخاطب کو ناواقف کے درجے میں رکھتے ہوئے اِس آیت کا مقصود فائدۂ خبر ہو، کیوں کہ پیغمبر ﷺ جواب دینے میں توقف فرما رہے تھے اور اس جیسی دوسری آیتوں کی تفسیر اِسی طرح کی جائے گی۔ اللہ کے ارشاد ''اَلۡاَنۡـفَـالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ'' میں مسند الیہ کا ذکر کرنا اور اسمِ ضمیر کی جگہ اسمِ ظاہر کا لانا انفال کے سلسلے میں حد درجہ اہتمام کی وجہ سے ہے اور اہلِ بلاغت کے نزدیک ''اصلاح ذات البین'' (باہمی معاملات کی درستگی) کے معنی کی تحقیق کے سلسلے میں مشہور بات یہ

ہے کہ یہاں ذات سے حال مراد ہے اور یہاں محل کا ذکر کر کے حال کو مراد لیا گیا ہے، یعنی باہمی نزاع دور کر کے آپس کے تعلقات کی درستگی ۔ لہذا آیت کے معنیٰ اس طرح ہوں گے کہ ''اے لوگو تم اپنے باہمی معاملات کو اس طرح درست کرلو کہ نزاع اور اختلاف کو دور کرو اور ان کو باہمی دوستی اور اتفاق رائے میں تبدیل کردو۔ اُس (یعنی اللہ) کا یہ قول ''اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ'' ممکن ہے اللہ کے (دوسرے) قول ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ'' سے متعلق ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ ''اِتَّقُوْا وَ اَصْلِحُوْا'' سے متعلق ہو۔ بہر حال دونوں صورتوں میں ایمان کی شرط کے ساتھ مشروط کرنے کی وجہ تقویٰ اور اصلاحِ ذات البین کے سلسلے میں زور دینا ہے، گویا ایمان انہی دونوں امور پر موقوف ہے۔ کیوں کہ ایمان سے یہاں ایمان کامل مراد ہے، یا یوں کہیے کہ یہ اَطِيْعُوا سے متعلق ہے اور خدا اور رسول کی اطاعت سے ان ہی لوگوں کی اطاعت مراد ہے)

ہمارے نزدیک تفسیر شاہی کی صرف یہ اہمیت ہے کہ یہ کتاب اولین فارسی ''کتاب الاحکام'' ہے جو ایران میں شیعیت کے سرکاری مذہب ہونے کے بعد ضرورتاً معرض وجود میں آئی تھی، اِس کتاب کے مطالعے سے اس بات کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہ تہماسپ کے دورِ حکومت میں مسلمانوں کے دو فرقوں یعنی سنیوں اور شیعوں میں کتنی دوری ہوچکی تھی اور کس طرح اس دوری کا اثر علمی کاوشوں پر بھی پڑنے لگا تھا۔ اگر صرف تفسیری نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ابوالفتح الحسینی کی تفسیری کاوش کسی خاص ندرت یا جدّت کی حامل نہیں نظر آتی اور نہ ہی اس کے مطالعے کے ذریعے شاہ تہماسپ کے عہدِ حکومت کے نئے نئے فقہی مسائل پر کوئی خاص روشنی پڑتی ہے۔

(فقہی مسائل کی توضیح، تشریح اور ترجمانی کے لیے میں ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی کا شکر گزار ہوں)

☆☆☆